سوال

(491)اونٹ کی قربانی میں کتنے حصے ہیں؟ (بریلوی مکتبِ فکر کے فتوے پر تعاقب)

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''اونٹ کی قربانی میں دس حصے دار شریک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟'' قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ لاہور کے ایک ''محمد حسین صاحب'' کے اسی سوال پر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے بھی ایک فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ بھی اس استفسار کے ساتھ لف ہے۔ (سائل: قاری محمد حیات ربانی)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جامعہ نظامیہ رضویہ کا فتویٰ: بسم اللہ الرحمن الرحیم:

مسئولہ صورت میں اونٹ کی قربانی میں ۱۰ حصہ دار شریک نہیں ہوسکتے۔ کہ صحیح حدیثوں میں گائے اور اونٹ میں سات حصے متعین ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ۔‘ (صحیح مسلم،بَابُ الِاشْتِرَاکِ فِی الْهَدْیِ وَإِجْزَاءِ الْبَقَرَةِ...الخ، رقم:۱۳۱۸، سنن ابی داؤد، رقم:۲۸۰۷)

''یعنی گائے سات کی طرف سے اونٹ سات کی طرف سے۔'' اورچودہ سوسالہ جمہور مسلمانوں کا عمل ہے اوراس عمل پر کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا اورآئمہ مجتہدین وفقہاءِ کرام سب کا یہی عمل رہاکہ اونٹ میں سات حصہ ہیں۔ تاہم غیر مقلد فرقہ جوچند سالوں سے نوپید ہے اورجمہور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، نے غریب روایات سے استدلال کیاکہ دس حصے ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ استدلال غلط ہے کہ غریب روایت سے حکم ثابت نہیں ہوتا، ترمذی شریف میں دس حصے والی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا: ’ھٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ، بَابُ الْاَضْحِیَة‘ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ چودہ سوسالہ جاری عمل کو اختیار کریں اورگمراہ فرقوں کے فتنہ سےاپنے کو محفوظ رکھیں۔ (وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔)۔(نائب مفتی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

جواب: (ازحضرت شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان صاحب مدنی۔ الاعتصام) اونٹ کی قربانی میں دس حصے دار شریک ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

’کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی سَفَرٍ فَحَضَرَ الأَضْحَی فَاشْتَرَکْنَا فِی البَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِی البَعِیرِ عَشَرَةً ۔‘(سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِی الِاشْتِرَاکِ فِی الأُضْحِیَّةِ، رقم:۱۵۰۱، صحیح ابن

خزیمہ: ۲۹۰۸)

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، عیدالاضحی کا وقت آگیا تو ہم ایک گائے میں سات اور ایک اونٹ میں دس شریک ہوئے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ ''تعلیق مشکوٰۃ'' (۴۶۲/۱) میں فرماتے ہیں:

'وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ، رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ۔'

''اس حدیث کی سند صحیح ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔''

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الترمذی'' میں شامل کیا ہے۔

جامعہ نظامیہ، رضویہ لاہور کے مفتی صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کی حصہ داری کے بارے میں وارد روایات غریب اور ناقابلِ استدلال ہیں، غریب روایت سے حکم ثابت نہیں ہوتا، امام ترمذی نے 'بَابُ الأَضْحِيَةِ' میں اسے غریب کہا ہے۔ اسی پر اکتفاء کرنے کی بجائے مسلک اہل حدیث پر خوب کیچڑ اچھالا اور اپنی بھڑاس نکالی ہے۔ رضاخانی فرقے کی اور اس سے پہلے ہر دور کے اہل بدعت کی یہی عادت رہی ہے۔ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اہل بدعت کی علامت ہے کہ اہل حدیث سے بغض رکھتے ہیں۔''

لہٰذا یہ زبان انہی کو مبارک ہو۔ اس وقت بالاختصار جس بات کا جائزہ لینا مقصود ہے وہ یہ کہ کیا فی الواقع حدیث ہذا ضعیف اور ناقابلِ عمل ہے اور افرادِ امت میں سے کسی کا اس پر عمل نہیں ہے؟

جن محدثینِ کرام نے اس روایت کو اپنی ''تالیفات'' میں جگہ دی ہے، پہلے ان کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں! مسند احمد (۱/۲۷۵)، سنن ابن ماجہ (۳۱۳۱) سنن النسائی (۲۲۲/۷)، صحیح ابن خزیمہ (۲۹۰۰)، صحیح ابن حبان (۴۰۰۷)، معجم طبرانی کبیر (۱۱۹۲۹)، معجم طبرانی اوسط (۸۱۲۸)، حاکم (۲۹۰/۴۰)، بیہقی (۵/۲۳۵)، بغوی (۱۱۳۲)، تحفۃ الاشراف (۱۵۱/۵، حدیث رقم: ۱۶۵۸)، المسند الجامع (۳۴۵/۹، حدیث رقم: ۶۷۰۶)

مفتی صاحب موصوف نے ''امام ترمذی'' کے حوالے سے صرف اس کی غرابت نقل کی ہے جب کہ امرِ واقع یہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر حسن غریب کا حکم لگایا ہے اور اس سے مقصود سندوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ بعض کے اعتبار سے غریب اور بعض کے اعتبار سے حسن ہے۔ ذیل میں اس روایت کے متعلق مختلف ائمہ حدیث کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: 'صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ' ''اس حدیث کی سند صحیح ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔''

امام الجرح والتعدیل ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح'' میں اسی پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اس موقف کو قوی قرار دیا ہے اور اپنے مسلک کی تقویت کے لیے رافع بن خدیج کی حدیث سے تائید حاصل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جہادی مہم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے قائم مقام قرار دیا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الشِرکَۃ، بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ، رقم: ۲۴۸۸، معجم الکبیر، رقم: ۴۳۸۳)

امام بن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں اس حدیث پر بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے: 'بَابُ عَنْ كَمْ تُجْزِئُ الْبَدَنَةُ وَالْبَقَرَةُ' یعنی کتنے آدمیوں کی طرف سے اونٹ اور گائے کافی ہو سکتی

ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ امام موصوف کے نزدیک اونٹ میں دس کی شراکت کا جواز ہے۔

امام اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے کافی ہوجاتا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

امام ابن حزم ''المحلّی'' (۳۸۲/۷) میں فرماتے ہیں کہ یہی بات صحابہ سے ابن عباس (راوی حدیث) سے منقول ہے۔

امام شوکانی ''نیل الاوطار'' میں فرماتے ہیں کہ ''اونٹ کی قربانی میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ شافعیہ، حنفیہ اور جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ اونٹ سات کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔ جب کہ عترت، اسحاق بن راہویہ، ابن خزیمہ اور ایک روایت میں ابن مسیب نے کہا ہے کہ اونٹ دس افراد کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے اور یہی بات حق اور صواب ہے۔ (بحوالہ تحفۃ الاحوذی: ۳۵۶/۲)

واضح ہو کہ حق کی معرفت کا معیار قلت وکثرت نہیں بلکہ اصل دلیل کی پیروی ہے۔ قرآن میں ہے:

فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء: ۵۹) اَیْ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَ سُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ، لَا اِلٰی آرَاءِ الرِّجَالِ وَافْہَامِہِمْ۔

''یعنی اپنے اختلاف کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی طرف لوٹا دو نہ کہ افرادِ امت کی آراء وافکار کی طرف۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مشہور ہے کہ: 'اِعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفْ اَہْلَہٗ'

''حق کی پہچان کرو، اہل حق کا تجھے علم ہو جائے گا۔''

'اَللّٰہُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔'

امید ہے حضرت مفتی صاحب اپنے فتوے پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

'وَمُرَاجَعَۃُ الْحَقِّ خَیْرٌ مِّنَ التَّمَادِیْ فِی الْبَاطِلِ' (اعلام الموقعین: ۶۸/۱)

''باطل پر اصرار سے بہتر ہے کہ آدمی حق کی طرف رجوع کرلے۔''

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

جلد: 3، کتاب الصوم: صفحہ: 372

محدث فتویٰ